اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی

(۴)

زندگی کا نصب العین

تصورِ حیات کے بعد دوسرا سوال جو ایک تہذیب کے حسن و قبح کو جانچنے میں خاص اہمیت رکھتا ہے یہ ہے کہ وہ انسان کے سامنے کونسا نصب العین پیش کرتی ہے؟ اس سوال کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ انسان کے ارادوں اور اس کی عملی کوششوں کا رخ فطری طور پر اسی منتہا اور اسی مقصود کی طرف پھرتا ہے جس کو اس نے اپنا نصب العین اور مطمح نظر قرار دیا ہے۔ اسی کے صحیح یا غلط ہونے پر ذہنیت کی اچھی یا بری تشکیل اور زندگی بسر کرنے کے طریقوں کی درستی یا نادرستی کا انحصار ہے۔ اسی کے بلند یا پست ہونے پر افکار و تخیلات کی بلندی و پستی، اخلاق و آداب کی فضیلت و رذیلت، اور معیشت و معاشرت کی رفعت و دنائت کا مدار ہے۔ اسی کے واضح اور متعین ہونے یا نہ ہونے پر انسان کے ارادوں اور خیالات کا مجتمع یا پراگندہ ہونا، اس کی زندگی کے معاملات کا ہموار یا ناہموار ہونا، اور اس کی قوتوں اور قابلیتوں کا ایک راہ میں صرف ہونا یا مختلف راہوں میں منتشر ہوجانا موقوف ہے۔ بالجملہ نصب العین ہی وہ چیز ہے جس کی بدولت انسان فکر و عمل کی بہت سی راہوں میں سے کوئی ایک راہ انتخاب کرتا، اور اپنی ذہنی و جسمانی قوتوں اور اپنے مادی و روحانی وسائل کو اسی راہ میں صرف کردیتا ہے۔ لہٰذا جب ہم کسی تہذیب کو نقد صحیح کے معیار پر جانچنا چاہیں تو ہمارے لئے اس کے نصب العین کی جستجو ناگزیر ہے۔

صحیح اجتماعی نصب العین کے لازمی خصائص

لیکن بحث و تحقیق کی راہ میں قدم اٹھانے سے پہلے ہم کو یہ متعین

کر لینا چاہیئے کہ تہذیب کے نصب العین سے ہماری مراد کیا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ جب ہم "تہذیب" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد افراد کی شخصی تہذیب نہیں ہوتی بلکہ ان کی اجتماعی تہذیب مراد ہوتی ہے۔ اس لئے ہر فرد کا شخصی نصب العین، تہذیب کا نصب العین نہیں ہو سکتا لیکن برعکس اس کے یہ لازم ہے کہ ایک تہذیب کا جو نصب العین ہو وہ اس تہذیب کے متبعین میں سے ہر ہر فرد کا نصب العین ہو، عام اس سے کہ ہر فرد کو اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔ اس لحاظ سے تہذیب کا نصب العین وہ ہے جو شعوری یا غیر شعوری طور پر انسان کی ایک بڑی جماعت کا مشترک اجتماعی نصب العین بن گیا ہو، اور اس نے افراد کے شخصی نصب العین پر اتنا غلبہ پا لیا ہو کہ ہر فرد بجائے خود وہی نصب العین رکھتا ہو جو پوری جماعت کے پیش نظر ہے۔

اس قسم کے اجتماعی نصب العین کے لئے یہ ایک لازمی شرط ہے کہ وہ افراد کے شخصی نصب العین سے کامل موافقت و مناسبت رکھتا ہو اور اس میں یہ صلاحیت موجود ہو کہ معاً انفرادی اور اجتماعی نصب العین بن سکے۔ اس لئے کہ اگر اجتماعی نصب العین، افراد کے شخصی انصاب العیون سے منافات کی نسبت رکھتا ہو تو اولاً اس کا اجتماعی نصب العین بننا ہی مشکل ہوگا، کیونکہ جس خیال کو افراد فرداً فرداً قبول نہ کریں وہ اجتماعی خیال نہیں بن سکتا۔ اور اگر کسی زبردست اثر کے تحت وہ اجتماعی نصب العین بن بھی گیا، تو فرد کے نصب العین اور جماعت کے نصب العین میں غیر محسوس طور پر ایک کشمکش برپا رہے گی، تا آنکہ اس غالب اثر کے کمزور ہوتے ہی افراد اپنے اپنے نصب العین کی طرف پھر جائیں گے، جماعت کا نصب العین باطل ہو جائے گا، ہیئت اجتماعی کی قوت جاذبہ و رابطہ فنا ہو جائے گی اور تہذیب کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اس لئے تہذیب کا صحیح نصب العین وہی ہو سکتا ہے جو حقیقۃً انسان کا فطری نصب العین ہو، اور ایک تہذیب کی اصلی خوبی یہی ہے کہ وہ ایسا اجتماعی نصب العین پیش کرے جو بعینہ انفرادی نصب العین بھی بن سکتا ہو۔

اس نقطۂ نظر سے ہمارے سامنے دو سوال آتے ہیں جن کو حل کئے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے:۔

ایک یہ کہ فطرۃً انسان کا شخصی نصب العین کیا ہے؟

دوسرے یہ کہ دنیا کی دوسری تہذیبوں نے جو نصب العین پیش کئے ہیں وہ کس حد تک انسان کے اس فطری نصب العین سے مناسبت رکھتے ہیں؟

انسان کا فطری نصب العین | انسان کے فطری نصب العین کا سوال، دراصل یہ سوال ہے کہ انسان فطری طور پر دنیا میں کس مقصد کے لئے جدوجہد کرتا ہے، اور اس کی طبیعت کس چیز کی خواہشمند ہوتی ہے؟ اس کی تحقیق کے لئے اگر آپ فرداً فرداً ہر شخص سے پوچھیں کہ وہ دنیا میں کیا چاہتا ہے، تو آپ کو مختلف لوگوں سے مختلف جوابات ملیں گے اور شاید کوئی دو آدمی بھی ایسے نہ ملیں جن کے مقاصد اور جن کی خواہشات بالکل یکساں ہوں لیکن ان سب کا استقصاء کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ لوگوں نے جن چیزوں کو مقاصد قرار دیا ہے۔ وہ دراصل فی نفسہ مقصود نہیں ہیں بلکہ ایک مقصود تک پہنچنے کے ذرائع ہیں، اور وہ واحد مقصود خوشحالی و اطمینان قلب ہے۔ ہر شخص خواہ وہ کسی مرتبۂ عقلی و ذہنی اور کسی طبقۂ عمرانی سے تعلق رکھتا ہو۔ اور خواہ وہ کسی شعبۂ حیات اور کسی میدان عمل میں جدوجہد کر رہا ہو، اپنی کوششوں کے لئے ایک ہی نصب العین رکھتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسے امن، سلامتی، خوشی، اور جمعیت خاطر نصیب ہو۔ لہٰذا اس کو ہم ہر فرد انسانی کا فطری نصب العین کہہ سکتے ہیں۔

دو مقبول اجتماعی نصب العین اور ان پر تنقید | دنیا کی مختلف تہذیبوں نے جو اجتماعی نصب العین پیش کئے ہیں ان کو بھی اگر جزئیات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ان میں بہت کچھ اختلافات پائے جائیں گے، جن کا حصر کرنا نہ یہاں مقصود ہے اور نہ ممکن لیکن اصولی حیثیت سے ہم ان سب کو دو قسموں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ جن تہذیبوں کی بنیاد کسی مذہبی و روحانی تخیل پر نہیں ہے انہوں نے اپنے متبعین کے سامنے تفوق و برتری کا نصب العین پیش کیا ہے۔ یہ نصب العین متعدد اجزاء سے مرکب ہے جن میں سے خاص اور اہم اجزائے ترکیبی یہ ہیں:

سیاسی غلبہ و استیلاء کی طلب۔

دولت و ثروت میں سب سے بڑھ جانے کی خواہش، عام اس سے کہ وہ فتح ممالک کے ذریعے

ہو یا تجارت وصنعت پر حاوی ہوجانے کی بدولت۔

عمرانی ترقی کے مظاہر میں سب پر سبقت لیجانے کی خواہش خواہ وہ علوم وفنون کے اعتبار سے ہو، یا آداب مدنیت وتہذیب میں شان وشکوہ کے اعتبار سے۔

یہ اجتماعی نصب العین بظاہر نظر میں اس شخصی نصب العین کے منافی نہیں ہے جس کا اوپر ہم ذکر کرآئے ہیں۔ کیونکہ ادنیٰ غور وتأمل کے بغیر یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ اگر جماعت کا یہ نصب العین متحقق ہوجائے تو فرد کا نصب العین شخصی از خود متحقق ہوجائے گا۔ اس نصب العین کی یہی ظاہر فریبی ہے جس کی بدولت ایک قوم کے لاکھوں کروڑوں افراد اپنے شخصی نصب العین کو اس میں گم کردیتے ہیں لیکن تعمق نظر اور بصیر علمی تجربہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ اجتماعی نصب العین، فرد کے فطری نصب العین سے سخت منافات رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں تفوق وبرتری کا یہ نصب العین رکھنے والی صرف ایک ہی قوم نہیں ہوتی، بلکہ ایک زمانہ میں متعدد قومیں اپنے سامنے یہی نصب العین رکھتی ہیں اور وہ سب اس کے حصول کے لئے جدوجہد کرتی ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں شدید سیاسی معاشی اور تمدنی کشمکش برپا ہوتی ہے، مسابقت، مقابلہ اور مزاحمت کے زبردست ہنگامے رونما ہوتے ہیں اور شورش واضطراب کے عالم میں افراد کو امن وسکون، خوشحالی واطمینان قلب کا میسر آنا قریب قریب محال ہوجاتا ہے چنانچہ آج یہی حالت ہماری آنکھوں کے سامنے مغربی ممالک میں درپیش ہے تاہم اگر ایک زمانہ ایسا بھی فرض کرلیا جائے جس میں صرف ایک قوم اس نصب العین کے لئے کوشش کرنے والی ہو، اور کوئی دوسری قوم اس نصب العین کی خاطر اس کی مزاحمت کرنے والی نہ ہو، تب بھی اس کی کامیابی میں افراد کے شخصی نصب العین کا تحقق ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے اجتماعی نصب العین کا یہ فطری خاصہ ہے کہ وہ بین الاقوامی مقابلہ ہی نہیں پیدا کرتا، بلکہ خود ایک قوم کے اپنے افراد میں باہم مسابقت کی ذہنیت پیدا کردیتا ہے۔ اس کی بدولت قوم کے ہر فرد کا مقصد حیات یہ ہوجاتا ہے کہ وہ دوسرے ابنائے قوم پر غلبہ حاصل کرلے، دولت، حکومت، طاقت، شان وشوکت، اور اسباب عیش ونعمت میں سب سے بڑھ جائے، دوسروں کے رزق کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں آجائیں، جتنے وسائل

ثروت ممکن ہوں ان کا اجارہ اس کی ذاتِ واحد کو حاصل ہو جائے فوائد و منافع اس کا حصہ ہوں، اور خسران و نامرادی دوسروں کا حصہ۔ صاحب امر وہ ہو اور دوسرے اس کے مطیع و دست نگر رہیں اول تو اس قسم کے لوگوں کی حرص و طمع کسی مرتبہ پر بھی پہنچ کر قانع نہیں ہوتی اس لئے وہ ہمیشہ غیر مطمئن اور بے چین رہتے ہیں۔ دوسرے اس نوع کا مقابلہ جب ایک قوم کے خود اپنے افراد میں پیدا ہو جاتا ہے، تو اس میں ہر گھر اور ہر بازار ایک میدان جنگ بن جاتا ہے اور امن و اطمینان، سکون و سلامتی اور مسرت و خوشحالی ناپید ہو جاتی ہے، خواہ دولت و حکومت اور اسباب نعمت کی کتنی ہی کثرت ہو۔

علاوہ بریں یہ ایک فطری بات ہے کہ خالص مادّی ترقی جس میں روحانیت کا کوئی حصہ نہ ہو، انسان کو کبھی مطمئن نہیں کر سکتی۔ کیونکہ محض حسّی لذات کا حصول ایک خالص حیوانی نصب العین ہے، اور اگر یہ صحیح ہے کہ انسان حیوانِ مطلق سے زائد کوئی چیز ہے، تو یقیناً یہ بھی صحیح ہونا چاہئے کہ انسان کو محض ان چیزوں کا حصول مطمئن نہیں کر سکتا جن کی لذتیں صرف اس کی حیوانی خواہشات کی تسکین کے لئے کافی ہو سکتی ہیں۔

۲۔ جن تہذیبوں کی بنیاد مذہبی و روحانی تخیل پر رکھی گئی ہے انہوں نے عموماً اپنا نصب العین نجات کو قرار دیا ہے۔ بلاشبہ اس نصب العین میں وہ روحانی عنصر موجود ہے جو انسان کو سکون اور اطمینان قلب بخشتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ نجات جس طرح ایک قوم کا نصب العین بن سکتی ہے اسی طرح فرداً فرداً ہر شخص کا نصب العین بھی بن سکتی ہے لیکن زیادہ گہری تنقید سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ نصب العین ایک صحیح نصب العین ہی نہیں بن سکتا۔ اس کے چند وجوہ ہیں

اولاً، نجات کے نصب العین میں ایک طرح کی خود غرضی چھپی ہوئی ہے جس کا خاصہ یہی ہے کہ اجتماعیت کو کمزور کر کے انفرادیت کو قوت پہنچائے کیونکہ جب ہر شخص بجائے خود چند خاص اعمال انجام دے کر نجات حاصل کر سکتا ہو تو اس نصب العین میں کوئی چیز ایسی نہیں رہتی جو اس کو انفرادی کے بجائے اجتماعی حیثیت دینے والی، اور اس کے تحقق کے لئے فرد کو جماعت کے ساتھ اشتراک عمل پر ابھارنے والی ہو یہ انفرادیت کی روح اس مقصد کے بالکل خلاف ہے جو تہذیب کا من حیث التہذیب عین مقصد ہے۔

ثانیاً، نجات کا مسئلہ دراصل طریقہ حصول نجات کے مسئلہ سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور اس نصب العین کے صحیح یا غلط ہونے میں اس طریقہ کے صحیح یا غلط ہونے کو بھی بہت کچھ دخل حاصل ہے جو اس تک پہنچنے کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ مثلاً جن مذاہب نے ترک دنیا اور رہبانیت کو ذریعہ نجات قرار دیا ہے، ان میں نجات نہ انفرادی نصب العین بن سکتی ہے اور نہ اجتماعی۔ ایسے مذاہب کے متبعین آخر کار دین کو دنیا سے الگ کرنے اور دنیا داروں کی نجات کے لئے بیچ کے راستے مثلاً دین داروں کی خدمت یا کفارہ وغیرہ اشکال لینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اول تو نصب العین یکسانی و یکجانی کے ساتھ فرد اور جماعت کا مشترک نصب العین نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ دینداروں کی ایک قلیل تعداد کے سوا باقی پوری جماعت کیلئے اس نصب العین میں وہ رفعت، وہ اہمیت، وہ جاذبیت، اور وہ دلچسپی باقی نہیں رہی جو اسے اپنا گرویدہ بنائے رکھتی، اس لئے تمام دنیا دار اس کو چھوڑ کر اس مادی نصب العین کے پیچھے پڑ گئے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ دوسری طرف جن مذاہب نے نجات کو مختلف دیوتاؤں اور معبودوں کی خوشنودی پر موقوف قرار دیا ہے، ان میں نصب العین کا اشتراک برقرار نہیں رہتا، مختلف گروہ مختلف معبودوں کی طرف پھر جاتے ہیں اور نصب العین کی وہ حقیقی وحدت ہی باقی نہیں رہتی جس کو قائم کرنا اور جس کے رشتہ میں اپنے تمام متبعین کو مربوط کر دینا ایک تہذیب کا اصلی کام ہے اس لئے ان مذہبوں کے پیرو بھی جب دنیوی ترقی کے راستے پر جانا اور اپنی جماعت کی شیرازہ بندی کرنا چاہتے ہیں تو ان کو کسی دوسرے نصب العین کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک اور قسم مذاہب کی وہ ہے جس کی دعوت کا خطاب انسان بحیثیت انسان سے نہیں ہے، بلکہ کسی خاص نسل اور خاص جغرافی حدود میں رہنے والی قوم سے ہے۔ اور اس بناء پر اس کے نزدیک نجات بھی اس خاص نسل و قوم کے لئے مخصوص ہے۔ یہ نصب العین بلاشبہ تہذیب و تمدن کے ابتدائی مرحلہ میں ایک کامیاب اجتماعی نصب العین بن سکتا ہے، مگر چونکہ یہ عقل صحیح کے معیار پر پورا نہیں اترتا اور نجات کا کسی مخصوص نسل کے لئے مختص ہونا ایسی بات ہے جس کو ماننے سے ہر سلیم الفطرت انسان کی عقل انکار کرتی ہے، اس لئے ایسے مذاہب کے متبعین عقلی ترقی کی راہ میں چند ہی قدم آگے بڑھ کر اس نصب العین کے خلاف خود بغاوت کر دیتے ہیں اور اس کو اپنے ذہن سے خارج کر کے کوئی دوسرا نصب العین اختیار کر لیتے ہیں۔

ثالثاً، نجات کا نصب العین دینی و روحانی نقطۂ نظر سے خواہ کتنا ہی پاکیزہ ہو، لیکن دنیوی نقطۂ نظر سے اپنے اندر کوئی چیز ایسی نہیں رکھتا جو ایک قوم کو من حیث القوم ابھارنے والی اور اس کے اندر وہ حرارت، وہ قوت اور وہ حرکت پیدا کرنے والی ہو جو قومی ترقی کے لئے لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجتک کسی ترقی پسند قوم نے اس کو اپنا اجتماعی نصب العین نہیں بنایا، اور ان قوموں میں بھی اس کی حیثیت ہمیشہ ایک انفرادی نصب العین ہی کی رہی ہے، جن کے مذہب نے صرف یہی ایک نصب العین پیش کیا ہے۔

یہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر یہ مادّی اور روحانی دونوں نصب العین نقد صحیح کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ آئیے اب ہم دیکھیں کہ اسلامی تہذیب نے کس چیز کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے اور اس میں کیا خصائص ہیں جو اس کو ایک صحیح اجتماعی نصب العین بناتے ہیں۔

اسلامی تہذیب کا نصب العین

میں اس مضمون کی تمہید ہی میں کہہ چکا ہوں کہ نصب العین کا سوال درحقیقت تصورِ حیات کے سوال سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے۔ ہم دنیوی زندگی کے متعلق جو تصور رکھتے ہیں، اور دنیا میں اپنی حیثیت، اور اپنے لئے دنیا کی حیثیت کا جو نظریہ ہمارے ذہن میں ہے وہی فطری طور پر زندگی کا ایک نصب العین پیدا کر دیتا ہے اور ہم اپنی تمام قوتیں اسی نصب العین کے تحقق کی راہ میں صرف کرنے لگتے ہیں۔ اگر دنیا کو ہم اپنے لئے ایک چراگاہ تصور کرتے ہیں اور ہمارے ذہن میں زندگی عبارت ہے ایک مہلت سے جو ہم کو کھانے پینے اور لذات دنیا سے متمتع ہونے کے لئے ملی ہوئی ہے، تو بلاشبہ یہ حیوانی تصور ہمارے نفس میں زندگی کا ایک حیوانی نصب العین راسخ کر دیگا۔ اور ہم تمام عمر اپنے لئے حسی لذتوں کے سامان فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

بخلاف اس کے اگر ہم نے اپنے آپ کو پیدائشی مجرم اور فطری گنہگار سمجھا ہے، اور دنیا کے متعلق ہمارا تصور یہ ہے کہ یہ کوئی عقوبت خانہ اور عذاب کا گھر ہے جہاں اپنے اس پیدائشی جرم کی سزا بھگتنے کے لئے ہم پھینک دیئے گئے ہیں، تو قدرتی طور پر یہ تصور ہمارے نفس میں اس عذاب سے رہائی حاصل کرنے کی

خواہش پیدا کریگا، اور اس بنیاد پر ہم نجات کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیں گے لیکن اگر دنیا کے متعلق ہمارا تصوّر چراگاہ اور دار العذاب دونوں سے برتر ہو، اور انسان ہونے کی حیثیت سے ہم اپنے آپ کو حیوان اور مجرم دونوں سے زیادہ ارفع و اعلیٰ سمجھتے ہوں تو یقیناً ہمارے نفس کو مادی لذات کی طلب اور نجات کے حصول دونوں سے زیادہ بلند نصب العین کی تلاش ہوگی، اور کسی پست اور ادنیٰ مطمح نظر پر ہماری نگاہ نہ ٹھیرگی۔

اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر جب آپ یہ دیکھیں گے کہ اسلام نے انسان کو خدا کا خلیفہ اور روئے زمین پر اس کا نائب قرار دیا ہے تو اس تصورِ حیات سے جو نصب العین فطری طور پر پیدا ہو سکتا ہے اور ہونا چاہئے اس تک آپ کی عقل خود بخود پہنچ جائیگی۔ ایک نائب کا بحیثیت نائب ہونے کے اس کے سوا اور کیا نصب العین ہونا چاہئے کہ وہ جس کا نائب ہے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے، اور اس کی نظر میں ایک اچھا، وفادار، متدین، اور فرض شناس ملازم قرار پائے؟ اگر وہ کوئی سچا اور نیک نیت آدمی ہے تو کیا وہ اپنے آقا کی خدمت بجا لانے میں اس کی رضاجوئی کے سوا کسی اور چیز کو اپنا مقصود بنا سکتا ہے؟ کیا وہ اپنا فرض اس لئے بجالائے گا کہ اس کے معاوضہ میں اس کو کسی نفع کی طمع اور کسی ترقی یا انعام یا اضافۂ مناصبت یا جاہ و منزلت کی زیادتی کا لالچ ہے؟ یہ دوسری بات ہے کہ آقا اس سے خوش ہو کر اسے یہ سب کچھ عطا کر دے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آقا اس کو حسن خدمت کے صلے میں ان چیزوں کے بخش دینے کی امید دلائے، اور اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ خود اس کو یہ علم ہو کہ اگر میں نے ٹھیک طور سے فرائض انجام دیکر اپنے آقا کو خوش کر دیا تو وہ مجھے یہ یہ انعام دیگا لیکن اگر اس نے انعام کو اپنا مقصود بنا لیا، اور اپنے فرائض منفعت کی خاطر انجام دیے، تو کیا کوئی دانشمند ایسے ملازم کو ایک فرض شناس ملازم کہہ سکتا ہے؟ اسی مثال پر خدا اور اس کے نائب کے معاملہ کو بھی قیاس کر لو۔ اگر انسان روئے زمین پر خدا کا نائب ہے تو اس کی زندگی کا نصب العین خدا کی رضاجوئی اور اس کی خوشنودی کے حصول کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

یہ وہ نصب العین ہے جو اس تصورِ حیات سے خود عقل اور فطرت پیدا کرتی ہے۔ اور کسی ادنیٰ فرق کے بغیر ٹھیک یہی

نصب العین ہے جو اسلام نے انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ قرآن مجید کے ارشادات کا تتبع کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ طرح طرح سے اسی ایک نصب العین کو ذہن نشین کرنے اور قلب وروح میں بٹھا دینے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کے سوا تمام دوسرے مطامح نظر کا پورے زور کے ساتھ ابطال کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۶: ۲۰)

اے پیغمبر کہدے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو تمام جہان کا رب ہے، اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اس کے آگے سر جھکانے والا ہوں۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ... ... فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۹: ۱۴)

اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں جن کے معاوضہ میں صرف انہیں کے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں .... پس اپنے اس سودے پر جو تم نے (اپنے خدا سے) کیا ہے خوشی مناؤ حقیقت میں یہی بڑی کامیابی ہے۔

سورۂ بقر میں نافرمان اور فرمانبردار بندے کا فرق بتاتے ہوئے فرمانبردار بندے کی تعریف یہ کی ہے کہ:-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (۲: ۲۵)

اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اپنی جان کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر بیچ دیتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔

سورۂ فتح میں مسلمانوں کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دوستی اور دشمنی

اور جن کا رکوع وسجود سب کچھ اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے :-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ (۴۸ : ۴)

محمد اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں ۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں تم ان کو رکوع وسجود کرتے ہوئے (ہی) دیکھو گے ۔ یہ لوگ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں ۔

سورۂ محمدؐ میں کافروں کے اعمال ضایع ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ خدا کے لئے کچھ نہیں کرتے بلکہ دوسری اغراض کے لئے عمل کر کے خدا کی ناخوشی مول لیتے ہیں :-

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (۴۷ : ۴) ۔

ان پر مار اس لئے پڑے گی کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے خدا کو ناخوش کر دیا ۔ اور انہوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کو پسند نہ کیا اس لئے اللہ نے ان کے (اعمال) اکارت کر دیے ۔

سورۂ حج میں خدا کی ایسی عبادت کو جو فائدے کی خاطر ہو قطعاً بے کار ، اور موجب نامرادی قرار دیا گیا ہے :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۲۲ : ۲۰)

اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اللہ کی عبادت اکھڑے دل سے کرتا ہے ۔ اگر اس کو کوئی فائدہ پہنچ گیا تو اس سے مطمئن ہو گیا ۔ اور اگر کوئی آزمائش کا وقت آگیا تو الٹا پھر گیا ۔ ایسا شخص دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد ہوا ۔ اور یہی صریح گھاٹا ہے ۔

سورۂ بقر میں بتایا گیا ہے کہ جو خیرات لوگوں کو دکھانے کے لئے کی جائے اور جس مال کو دے کر

آدمی احسان جتائے وہ باطل ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک چٹان پر تھوڑی سی مٹی پڑی تھی تم نے اس میں بیج بویا، مگر پانی کا سیلاب آیا اور اس کو بہالے گیا بخلاف اس کے جو خیرات، ثبات نفس کے ساتھ خاص خدا کی خوشنودی کے لئے کی جائے اس کی مثال ایسے باغ کی سی ہے جس پہ اگر خوب بارش ہو تو دو چند پھل لائے۔ اور اگر زور کی بارش نہ ہو، تب بھی ہلکی سی پھوار ہی اسکے پھلنے پھولنے کے لیے کافی ہو جائے (۲ : ۳۶)۔

اس بات کو مختلف مقامات پر مختلف پیرایوں میں سمجھایا گیا ہے کہ تم جو نیک عمل بھی کرو صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کرو، اور اس سے کوئی اور غرض نہ رکھو۔

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ (۲ : ۲۷۲)

تم جو کچھ بھی خیرات کی مد میں خرچ کرو گے اس کا فائدہ تمہارے ہی لئے ہے (مگر شرط یہ ہے کہ) جو کچھ تم خرچ کرو صرف خدا ہی کی رضاجوئی کے لئے کرو۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (۱۳ : ۲۲)

اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضاجوئی کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی عطا کی تھی اس میں سے پوشیدہ یا ظاہر خرچ کیا اور جو لوگ نیکی سے بدی کو دفع کرتے ہیں، آخرت کا گھر ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۔ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ (۹۲)

اور عذاب نار سے وہ بڑا پرہیزگار بچ جائیگا جو پاکیزگی نفس کے ساتھ اپنا مال دیتا ہے اور اس کے نزدیک کسی کی نعمت اس کے اس عمل کی جزا نہیں ہے بلکہ وہ صرف اپنے بالا و برتر پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے اور خدا اس سے راضی بھی ہوگا۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ
ابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۳۰:۴)

پس تو اپنے رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو (اس کا حق) یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو خوشنودی الٰہی چاہتے ہوں اور حقیقت میں وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ
اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (۳۰:۴)

جو زکوٰۃ تم نے دی اور اس سے تم صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو تو جو لوگ ایسا کر رہے ہیں وہ اپنے دیے کو دوگنا چوگنا کر رہے ہیں۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا
وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ
اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۔
اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا
قَمْطَرِيْرًا ۔ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ
وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۔ (۷۶:۱)

اور اللہ کی محبت کی خاطر مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو خدا کے لئے کھلا رہے ہیں ہم تم سے نہ کوئی جزا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ہم کو تو اپنے رب سے اس دن کا خوف لگا ہوا ہے جب لوگوں کے منہ بنے ہوئے ہوں گے اور ان کے چہروں پر شکنیں پڑ جائیں گی۔ پس اللہ نے ان کو اس دن کے شر سے بچا لیا اور ان کو تازہ روئی اور خوش حالی سے ہم آغوش کر دیا۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ
(۵۹:۱)

فے میں ان غریب لوگوں کا حصہ بھی ہے جنہوں نے ہجرت کی ہے اور جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکالے گئے ہیں (اور جنہوں نے یہ سب کچھ اس لئے قبول کیا ہے کہ) وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے کام آتے ہیں حقیقت میں یہی لوگ سچے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ

اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح

صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۔ (۶۱ : ۱) صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ ہیں اور جو کافر ہیں وہ ظلم و سرکشی کی خاطر لڑتے ہیں

الطَّاغُوْتِ (۴ : ۱۰)۔

اس تمام تعلیم کو صاحب جوامع الکلم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ میں ادا فرمایا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا ہے۔ جو تمام معاملات اور عبادات پر پوری طرح حاوی ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا كَانَ لَهٗ خَالِصًا وَّابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُهٗ ۔ یعنی اللہ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالصًا اس کے لئے کیا جائے اور جس سے محض اسی کی رضا جوئی مقصود ہو۔

بے خبر انسان کبھی کامیاب نہیں ہوتا

دین کی باتیں ہوں یا دنیا کی دونوں سے باخبر رہنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے بے خبر لوگوں کا دین بھی خراب اور دنیا بھی پس۔ آپ بھی دین اور دنیا سے باخبر رہنے کی کوشش کیجئے اس کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ اخبار برابر پڑھا کیجئے جو ہفتہ میں **الجمعیۃ دہلی** دو مرتبہ تمام دنیا کے اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں کی تازہ خبریں۔ مذہبی۔ علمی۔ سیاسی۔ اور تاریخی مضامین تازہ ترین مذہبی فتوے۔ عربی فارسی اور انگریزی اخبارات کے خاص خاص ترجمے ہندوستان کے سیاسی اور اسلامی معاملات پر سنجیدہ اور معقول مقالات اور اہم مسائل پر دوسرے اخبارات کی رائیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہے یہ اخبار آپ کو ہندوستان کے تمام مذہبی اور سیاسی اخباروں اور رسالوں سے بے نیاز کر دیگا اخبار سب سے بڑے سائز کے آٹھ صفحوں پر عمدہ کاغذ اور بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ شایع ہوتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود سالانہ چندہ صرف چھ روپے اور ششماہی تین روپے چار آنہ ہے نمونہ مفت منگا کر دیکھئے۔ الجمعیۃ آٹھ سال سے مذہب اور ملک کی خدمات شاندار طریقہ پر انجام دے رہا ہے اور پابندی وقت کے ساتھ شایع ہوتا ہے

مشتہرین اور ایجنٹوں کے لئے بے حد نفع بخش ہے

منیجر اخبار الجمعیۃ دہلی